۲۲

ادائیگی نماز اور درس القرآن کے متعلق ضروری ارشاد

(فرمودہ ۸ - ستمبر ۱۹۳۳ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے اُس خطبہ جمعہ میں جو پالم پور کے قیام کے دوران میں قادیان آکر پڑھا تھا یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ چونکہ جگہ قریب ہے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ ایک دو جمعہ کے وقفہ کے بعد یہاں آکر خطبہ پڑھ دیا کروں- لیکن انسان عالم الغیب نہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیّتیں اسی کو معلوم ہیں، یہاں سے واپس جاتے وقت جب ہم پٹھانکوٹ پہنچے تو معلوم ہوا کہ دریائے چکی کا پُل جو چالیس سال سے محفوظ چلا آرہا تھا اور نہایت مضبوط پُل تھا پانی کے زور سے اس کا ایک بہت بڑا حصہ ٹوٹ کر بہہ گیا ہے اور موٹروں کی آمدورفت جب تک کہ پُل دوبارہ نہ بن جائے- ناممکن ہوگئی ہے- اس وجہ سے جو میرا ارادہ تھا کہ درمیان میں آتا رہوں گا وہ پورا نہ ہوسکا- اور اس عرصہ میں ایسے کئی مضامین جن کے متعلق اگر مجھے موقع ملتا تو میں انہیں بیان کرتا، بیان ہونے سے رہ گئے- اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مجھے امید ہے آئندہ مختلف اوقات میں ان کے متعلق کچھ کہنے کا موقع مل جائے گا- انہی امور میں سے جن کے متعلق میں نے پالم پور کے قیام کے دنوں میں ہی بعض باتیں کہنے کا ارادہ کیا تھا، ایک بات کے متعلق آج کچھ کہنا چاہتا ہوں- لیکن اس کے شروع کرنے سے پیشتر ایک اور معاملہ کے متعلق جو کل ہی ہوا ہے، میں اپنی جماعت کو عموماً اور قادیان کی جماعت کو خصوصاً واقف و آگاہ کرنا چاہتا ہوں-

میں نے پہلے بھی اس بارے میں ایک دفعہ دوستوں کو مسجد مبارک میں نماز سے پہلے یا

بعد میں کھڑے ہوکر جو صحیح طریق ہے۔ اس سے آگاہ کیا تھا۔ مگر مجھے افسوس سے معلوم ہوا ہے کہ پھر ویسی ہی غلطی ہوئی۔ کل صبح کی نماز پڑھانے جب مَیں مسجد میں آیا تو وہاں سے جاتے ہی مجھے کچھ حرارت اور سینہ اور سر کے درد کی تکلیف ہوگئی جس کی وجہ سے میں سارا دن نمازوں میں نہ آسکا۔ جیسا کہ یہاں طریق ہے اور جیسا کہ ہونا چاہیئے کیونکہ کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا کہ بیماری کب آتی ہے اور کب دور ہوجاتی ہے۔ ہر نماز کے وقت مؤذّن دریافت کرلیتا ہے کہ آیا میں نماز پڑھانے کیلئے آؤں گا یا نہیں۔ اسی طرح کل بھی مؤذّن آتا رہا اور میں جواب دیتا رہا کہ میں نہیں آسکتا۔ مغرب کے وقت بھی وہ آیا اور میں نے کہا کہ میں نہیں آسکتا۔ لیکن وہ خادمہ جس نے یہ پیغام پہنچایا' اس نے بجائے یہ کہنے کہ میں نہیں آسکتا یہ کہہ دیا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے وہ مؤذّن بھی ناواقف ہے۔ کیونکہ پہلے اس نے شروع وقت میں اطلاع دی تھی۔ اگر واقف ہوتا تو پانچ سات منٹ کے بعد پھر دریافت کرلیتا لیکن وہ خاموش بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ جب مغرب کی نماز کا وقت ختم ہونے میں دو چار منٹ ہی باقی رہ گئے۔ تو اُس نے پھر مجھے آواز دی۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ یہ دُور جگہ ہے (اُس وقت حضور کوٹھی دارالحمد میں تشریف رکھتے تھے۔) اِس لئے وہ ذرا پہلے عشاء کی نماز کی اطلاع دینے آگیا ہے۔ لیکن میرے دریافت کرنے پر اُس نے کہا کہ میں مغرب کے وقت سے ہی بیٹھا ہوا ہوں اور مغرب کی نماز کی اطلاع دے رہا ہوں۔ کیونکہ خادمہ نے آپ کے متعلق کہا تھا کہ ابھی آتے ہیں۔ وہ ایسا تنگ وقت کہ میں سمجھا اگر لوگ اِس کی اطلاع کے انتظار میں ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی تو پھر مغرب کا وقت گزر گیا۔ اس لئے بے اختیار میرے منہ سے نکلا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کاش! لوگوں نے اتنی سمجھ کی ہو کہ نماز پڑھ لی ہو۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ معلوم ہوا کہ لوگوں نے اُس وقت تک نماز نہیں پڑھی تھی۔ اور وہ اطلاع دینے والے کے انتظار میں رہے۔ حالانکہ میں نے ایک دفعہ مسجد مبارک میں کھڑے ہوکر اعلان کیا تھااور بتایا تھا کہ رسول کریم ﷺ ایک دفعہ کسی جھگڑے کو طے کرنے کیلئے نواحی مدینہ میں تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت تنگ ہونے لگا تو صحابہؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کھڑا کرکے ان کی اقتداء میں نماز ادا کرلی[1]۔ جب رسول کریم ﷺ کی موجودگی میں صحابہ اس خیال سے ایک شخص کو آگے کھڑا کرلیتے ہیں کہ نماز کاوقت فوت نہ ہوجائے تو اور کوئی انسان اس پایہ کا نہیں ہوسکتا کہ اس کی عدم موجودگی کی

وجہ سے نماز کا وقت فوت کردیا جائے۔ مگر معلوم ہوتا ہے بعض لوگ یاد دہانی کے محتاج ہوتے ہیں اور انہیں پچھلی باتیں بھول جاتی ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس موقع پر پھر یہ بات بیان کردوں تاکہ زیادہ لوگ اس مسئلہ سے آگاہ ہوسکیں کہ جب کبھی نماز میں دیر ہونے لگے یا ایسے حالات ہوں جیسا کہ کل تھے تو نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ مثلاً کل کے حالات ایسے تھے کہ سب کو معلوم تھا' میں بیمار ہوں۔ اور یہ قیاس کرلینا آسان تھا کہ جب میں باقی نمازوں میں نہیں آیا تو اس نماز میں نہیں آسکوں گا۔ ایسے وقت میں اپنے میں سے کسی کو آگے کھڑا کرکے نماز پڑھ لینی چاہیئے تھی۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ کہیں دور نہیں گئے تھے بلکہ نواحی مدینہ میں ہی تھے لیکن صحابہؓ نے یہ خیال کرکے کہ اگر رسول کریم ﷺ آنا بھی چاہیں تو نماز کے وقت نہیں پہنچ سکتے' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کرلی۔ یہی سنت ہے اور یہی صحیح طریق ہے۔ اس میں شُبہ نہیں۔ نمازوں کو جمع کرکے ادا کرلینا بھی جائز ہے۔ مگر اس طرح امام کا ارادہ معلوم ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ جب ایسی اطلاع نہیں تھی تو اس کے یہی معنے تھے کہ نمازیں الگ الگ ادا ہوں گی۔ اور جب مغرب کا وقت ہوچکا تھا تو لوگوں کا فرض تھا کہ اگر ان میں وہ لوگ ہوتے جن کے متعلق میں نے کہا ہوُا ہے کہ اگر مَیں نہ آسکوں تو فلاں شخص نماز پڑھادیا کریں۔ اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو فلاں شخص تو انہیں آگے کھڑا کرکے نماز پڑھ لیتے۔ اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہوتا تو اپنے میں سے کسی کو بھی کھڑا کرکے نماز پڑھی جاسکتی تھی۔ اس میں مسجد مبارک یا مسجد اقصیٰ کا کوئی امتیاز نہیں۔ بلکہ جس مسجد میں بھی وقت تنگ ہونے لگے اور یہ شبہ ہوجائے کہ اگر امام کا اور انتظار کیا گیا تو شاید نماز کا وقت جاتا رہے تو اپنے میں سے کسی شخص کو کھڑا کرکے نماز ادا کرلیا کریں۔ خواہ مَیں امامت کراتا ہوں یا کوئی اور۔ اس لحاظ سے مسجد مبارک یا مسجد اقصیٰ اور دیگر مساجد میں کوئی امتیاز نہیں۔ نماز خداتعالیٰ کے احکام میں سے ہے۔ اور اس کے احکام کا ایک نبی بھی ویسا ہی تابع ہوتا ہے جیسا کہ کوئی اور شخص۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے ائمہ دین کو ان کے کاموں کے لحاظ سے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر وہ ضرورت محسوس کریں تو نمازیں جمع کرلیا کریں۔ رسول کریم ﷺ نے بھی اس طرح نمازیں جمع کرائی ہیں۔ گو میں نے قرآن مجید پر اس مسئلہ کے لحاظ سے ابھی تک غور نہیں کیا۔ ممکن ہے اس میں بھی یہ مسئلہ مل جائے۔ لیکن رسول کریم ﷺ کی سنت سے تو بہرحال ثابت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریق تھا کہ اگر امام اپنی ذمہ داریوں کی وجہ سے دیکھے کہ اب نمازوں کا جمع کرادینا مناسب ہے تو وہ نماز جمع کراسکتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے متعلق ثابت ہے کہ آپ نے بغیر کسی ایسی ظاہری وجہ کے جو لوگوں کو معلوم ہو۔ نمازیں جمع کرائیں ہے۔ اور آپ کے ساتھ صحابہ بھی نمازیں جمع کرلیتے تھے۔ اسی طرح سفر پر جاتے وقت جب رسول کریم ﷺ نمازیں جمع کرتے تو دوسرے لوگ بھی نمازیں اکٹھی پڑھتے۔ حالانکہ ان میں ایسے بھی ہوتے جو سفر پر جانے والے نہ ہوتے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیماری کی وجہ سے گھر میں نمازیں جمع کرلیتے۔ جن میں گھر کے اور لوگ بھی شامل ہوجاتے۔ اعجاز المسیح کی تحریر کے وقت ستّر دن تک ظہر و عصر کی نمازیں جمع ہوتی رہیں۔ حالانکہ نہ بارش ہوتی اور نہ کوئی اور وجہ تھی۔ مگر جب آپ جمع کرتے تو دوسرے بھی جمع کرلیتے تھے۔ پس یہ تو جائز ہے اور اگر میری طرف سے اعلان ہوتا کہ میں نمازیں جمع کراؤں گا تو لوگ انتظار کرسکتے تھے۔ پھر جمع دونوں وقت ہوسکتی ہیں۔ پہلے وقت میں بھی اور آخر وقت میں بھی۔ پس اگر میں نے کہا ہوتا اور لوگ انتظار کرتے رہتے تو جائز تھا۔ لیکن یہاں قرائن قوی موجود ہیں کہ دیر ہوئی۔ اور لوگوں نے بغیر نمازوں کے جمع کرنے کی اطلاع کے نماز نہ پڑھی۔ حالانکہ مَیں نے کہہ دیا تھا کہ میں نہیں آسکتا۔ یہ ادب نہیں بلکہ بے ادبی ہے۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بے ادبی ہوتی ہے۔ پس میں آئندہ کیلئے اعلان کرتا ہوں کہ دوستوں کو چاہیئے اس بارے میں احتیاط رکھیں۔ اس کے بعد میں دوسرا مسئلہ لیتا ہوں۔ اس کے متعلق مجھے دو مہمانوں کی طرف سے رپورٹیں پہنچیں اور وہ نہایت ہی تکلیف دہ ہیں۔ تمام دوستوں کو معلوم ہے کہ قریباً دو تین سال سے حلق کی خرابی کی وجہ سے میں قرآن مجید کا درس نہیں دے سکا۔ سال میں دو تین مہینے مجھے شدید کھانسی رہتی ہے اور اس دفعہ تو اس کا دوسرا دورہ بھی شروع ہوگیا۔ جلسہ سالانہ سے کھانسی کا دورہ شروع ہوا اور اپریل میں ختم ہوا۔ اور اب سوا مہینے سے پھر کھانسی شروع ہے۔ جن لوگوں نے نمازوں میں میری پہلی آواز سنی ہے' وہ جانتے ہیں کہ اب میری آواز بھرّائی ہوئی ہوتی ہے اور موجودہ اور پہلی آواز میں نمایاں فرق ہے۔ اس وقت اور مجبوری کی وجہ سے مَیں درس نہیں دے سکتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے درس دینے کا ارادہ چھوڑ دیا ہے۔ نیت ہمیشہ یہی رہتی ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ذرا بھی افاقہ دے تو میں پھر درس دینا شروع کردوں۔ لیکن جب تک بھی یہ روک ہے

اُس وقت تک میں نے ایک اور صاحب کو درس دینے کیلئے مقرر کیا ہوا ہے۔ میرے پاس اس درس کے متعلق دو رپورٹیں آئی ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ وہ دونوں ایک ہی رنگ میں رنگین ہیں۔ لیکن باوجود اس قدر تشابہہ کے ایک رپورٹ ایک مقام سے آئی ہے اور دوسری دوسرے مقام سے۔ ممکن ہے وہ رپورٹیں ایک ہی دن کی ہوں۔ ان میں اتنا تشابہہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایک رپورٹ تو ملک نادر خان صاحب تحصیلدار ضلع منٹگمری کی ہے۔ وہ یہاں مئی کے آخر یا جون کے شروع میں آئے۔ میں پالم پور میں ہی تھا کہ ان کا خط مجھے ملا۔ غالباً مہینہ کے قریب عرصہ ہوچکا ہے۔ انہوں نے لکھا کہ میں جب قادیان میں گیا تو ایک بات میں نے نہایت ہی تکلیف دہ دیکھی۔ اور وُہ یہ کہ مجھے معلوم تھا کہ آپ کی بیماری کی وجہ سے درس ایک اور صاحب کے سپرد ہے۔ مجھے درس میں شامل ہونے کا خیال تھا۔ جب میں اس نیت سے شہر کی طرف آرہا تھا تو ایک جگہ دیکھا کہ مداری کا تماشہ ہورہا ہے' جہاں مرد اور عورتیں جمع ہیں حالانکہ وہ درس کا وقت تھا۔ پھر وہاں سے چل کر آگے آیا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک طرف جارہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کدھر جارہے ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ کبڈی کا میچ ہوگا۔ میں نے کہا یہ درس کا وقت ہے' کیا آج درس نہیں ہوگا؟ تو انہوں نے بتایا کہ آج کبڈی کی وجہ سے درس نہیں ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجھے اس سے سخت افسوس ہوا۔ اور دل پر اس خیال سے صدمہ گزرا کہ قادیان میں کبڈی کی وجہ سے قرآن مجید کا درس ملتوی کردیا جاتا ہے۔ پھر میرے قادیان آنے سے چند دن پہلے چوہدری غلام محمد صاحب پوہلا مہاراں ضلع سیالکوٹ نے مجھے خط لکھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور نہایت مخلص احمدی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ میں قادیان گیا۔ اور درس قرآن مجید سننے کیلئے مسجد کو جانے لگا۔ تو ایک نوجوان کو نہایت بے تابی سے دوڑتے ہوئے آتے دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ اس قدر بے تابی کی کیا وجہ ہے۔ وہ کہنے لگا کہ آج کبڈی کے میچ کا فیصلہ ہوگیا ہے۔ میں مولوی صاحب سے یہ کہنے جارہا ہوں کہ آج درس نہیں ہونا چاہیئے۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی اُس روز درس بند کردیا گیا۔ کیونکہ کبڈی جیسا ضروری کام ہونے والا تھا۔

یہ امر میرے لئے اس قدر تکلیف دہ اور رنج کا موجب ہوا کہ میں نے فیصلہ کیا کہ میں قادیان جا کر پہلا خطبہ اسی کے متعلق پڑھوں گا۔ بعض اور دوستوں نے بھی اطلاع دی ہے کہ جب درس ہوتا ہے تو بہت ہی کم لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں۔ عموماً چھوٹی جماعتوں کے

بچے ہوتے ہیں یا ایک دو مہمانوں میں سے بھولے بھٹکے وہاں چلے جاتے ہیں- باقی مدرسوں کے ٹیچر، طالب علم، قادیان کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے مہمان اسے فرض کفایہ سمجھتے ہیں- وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ایک بچہ بھی درس میں شامل ہوجائے تو تمام قادیان والوں کا فرض ادا ہوجاتا ہے- میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ جو لوگ آدمیوں کیلئے درس سنتے ہیں، وہ خدا کی رضا کے وارث نہیں ہوسکتے- ایسے آدمی بے شک ہوسکتے ہیں بلکہ ہیں، جن کو خدا تعالیٰ نے اس قدر علم دیا ہو کہ خاص حالات میں یا خاص کاموں کی وجہ سے اگر درس میں شامل نہ ہوسکیں تو انہیں نقصان نہ پہنچے- پھر بعض لوگ معذور ہوتے ہیں، بعض سفر پر ہوتے ہیں- ان وجوہات سے اگر سَو میں سے پندرہ یا بیس کی نسبت بھی کمی آجائے تو لوگ معذور سمجھے جاسکتے ہیں- اور خیال کیا جاسکتا ہے کہ کچھ بیمار ہوں گے، کچھ سفر پر ہوں گے- اور جب اللہ تعالیٰ نے بیمار کو اجازت دی ہے کہ اگر وہ کھڑا ہوکر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے- تو قرآن مجید کا درس تو بہرحال نوافل میں سے ہے، اس کے متعلق بھی ایسی معذوریاں پیش آسکتی ہیں- اور اگر اس طرح درس سننے والوں میں کچھ کمی واقع ہوجائے تو یہ قابلِ اعتراض بات نہیں- لیکن اگر قادیان میں رہنے والوں میں سے ایک فیصدی آدمی بھی درس میں شریک نہ ہوں تو کس قدر افسوس کی بات ہے- اِس وقت قادیان میں چھ ہزار احمدی بستے ہیں- ان میں سے اگر دس بارہ سال تک کے لڑکے لڑکیوں کو نکال دیا جائے اور انہیں ڈیڑھ ہزار فرض کرلیا جائے، گو لڑکوں کے نکالنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی- تو ساڑھے چار ہزار باقی رہ جاتے ہیں- ان میں سے سَوا دو ہزار اگر عورتیں نکال دی جائیں تو سَوا دوہزار مرد رہ جاتے ہیں- ان میں سے اگر ایک فیصدی آدمی بھی درس میں شامل ہوں تو بائیس (۲۲) آدمی بنتے ہیں، جنہیں درس میں شامل ہونا چاہیئے- مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض دفعہ درس میں ۱۵، ۱۶ آدمی بھی نہیں ہوتے- حالانکہ ایک فیصدی کے لحاظ سے ۲۲، دو فیصدی کے لحاظ سے ۴۴ اور ۴ فیصدی کے لحاظ سے ۸۸ آدمی شامل ہونے چاہئیں- اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ عورتیں اس تعداد سے نکال دی گئی ہیں- اور جبکہ دس بارہ سال تک کے بچے بھی اس میں شامل نہیں کئے گئے- لیکن اگر نوے یا سَو آدمی بھی درس میں شامل نہیں ہوسکتے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ قادیان کے آزاد، عاقل، بالغ اور سمجھدار لوگوں میں سے چار پانچ فیصدی لوگ بھی درس میں شامل ہونے کیلئے تیار نہیں-

میں نہیں جانتا ایسی روحانی مُردنی کے ہوتے ہوئے کسی شخص کو روحانی ترقی کا خیال بھی کس طرح پیدا ہوسکتا ہے۔ مَیں اس امر کو مان لیتا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے سَو ڈیڑھ سَو ایسے لوگ ہوں گے جو سمجھتے ہوں کہ وہ قرآن مجید کے معارف کی سمجھ اس حد تک بلکہ اس سے زیادہ رکھتے ہیں جو درس دینے والے کو حاصل ہے۔ مگر ایسے لوگوں کو تو میں نے اپنے درس میں بھی شامل ہوتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ میں کبر اور خودپسندی سے بچتے ہوئے اور ہر قسم کے دعووں سے اجتناب کرتے ہوئے کہتاہوں کہ قرآن مجید خداتعالیٰ نے مجھے خود سمجھایا ہے۔ اس لئے میں ان کے دعووں کو ذرہ بھر بھی وقعت دینے کیلئے تیار نہیں۔ کہتے ہیں۔ ہر موسیٰ کیلئے خضر ہوتا ہے۔ اور ممکن ہے کوئی ایسا خضر بھی موجود ہو۔ مگر میں یہ تو تسلیم نہیں کرسکتا کہ قادیان کی اینٹ اینٹ کے نیچے خضر بیٹھا ہوا ہے۔ غرض ایسے لوگ تو وہ ہیں جو میرے درس میں بھی شامل نہیں ہوتے۔ اور اپنے آپ کو چوہدری اور نمبردار سمجھتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ درس سننے سے مستغنی ہیں۔ ایسے لوگوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے اگر ہم معذوروں کو بھی نکال دیں تو ۸۰ فیصدی یعنی ۱۷' ۱۸ سَو کے قریب ایسے لوگ ہونے چاہئیں جنہیں درس میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ اور اگر اس قدر شامل نہ ہوں بلکہ صرف تیں چالیس شامل ہوجائیں توگویا صرف دو یا سَوادو فیصدی آدمی درس میں حصہ لیتے ہیں۔ اور باقی تمام ایسے ہیں جو اپنے آپ کو چوہدری یا نمبردار سمجھتے ہیں۔

مَیں نے کئی دفعہ بیان کیا ہے۔ حضرت خلیفہ اول بیماری کی حالت میں بیٹھے بیٹھے جب لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتے تو فرماتے۔ دوست اب تشریف لے جائیں۔ اس پر پچاس فیصدی کے قریب لوگ تو چلے جاتے اور باقی بیٹھے رہتے۔ پانچ دس منٹ انتظار کرنے کے بعد جب آپ زیادہ تکلیف محسوس کرتے تو فرماتے۔ آپ سب لوگ چلے جائیں مجھے تکلیف ہے۔ اس پر پھر کچھ چلے جاتے اور کچھ بیٹھے رہتے۔ مجھے یاد ہے ہمیشہ تیسری بار ایسے موقع پر حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے اب نمبردار بھی چلے جائیں۔ کیونکہ نمبردار وہی ہوتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ہم مخاطب نہیں۔ تو آپ ہمیشہ یہ فقرہ کہا کرتے تھے۔ مگر جو حالات مجھے معلوم ہوئے ہیں' ان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں ایسے نمبردار بہت زیادہ ہیں۔ پہلے تو میرا دل چاہا کہ میں ایک دن درس میں جاکر ان لوگوں کے نام لکھوالوں جو درس میں شامل ہوتے ہیں۔ پھر خواہ بیماری ہو یا تکلیف میں ایک دو دن درس دوں۔ اور سب لوگوں

کو حکماً جمع کر کے اپنے درس میں صرف ان کو شامل ہونے کی اجازت دوں جو پہلے درس میں شامل ہوئے تھے۔ اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں ندامت پیدا کروں۔ لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ گو اس سے بعض لوگوں کی اصلاح ہوگی۔ لیکن بعض لوگ بے حیائی میں ترقی کر جائیں گے۔ اس لئے مَیں نصیحت کے طور پر آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ قادیان میں آپ لوگوں کا آنا قرآن مجید اور دین سیکھنے کیلئے ہے۔ اگر یہاں کی زندگی سے کوئی برکت حاصل کرنی ہے تو اس طریق سے حاصل کرنی چاہیئے جس سے حاصل ہوسکتی ہے۔ یاد رکھو ہر چیز کیلئے خدا تعالیٰ نے دروازے مقرر کئے ہیں۔ اور ان سے گزرے بغیر کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید نے اس مضمون کو نہایت وسیع طور پر بیان فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ہمیشہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو۔ اس سے لوہے' اینٹ' پتھر یا لکڑی کے ہی دروازے مراد نہیں کیونکہ آج کل ہر قسم کے دروازے تیار ہو رہے ہیں۔ بلکہ گھر سے تمام وہ چیزیں مراد ہیں جو انسان کے آرام کا موجب ہوں۔ جب تک انسان ان دروازوں سے داخل نہ ہو جن سے آرام حاصل کیا جاسکتا ہے اُس وقت تک آرام حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً دنیاوی علوم ہیں جو استاد سے سیکھے بغیر نہیں آتے۔ روحانی علوم خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کئے بغیر اور اس کے احکام پر چلنے اور شعائراللہ کا ادب اور احترام کرنے اور قرآن مجید پر غور و تدبّر کرنے اور اسے سمجھنے کی کوشش کئے بغیر نہیں حاصل ہوتے۔ روحانیت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اپنے اندر عشق' سوز و گداز اور تڑپ پیدا نہ کی جائے۔ پس قرآن مجید کے درس کو نظرانداز کر دینا سخت نادانی اور غفلت ہے۔ استاد اپنے شاگرد کے علم سے خوب واقف ہوتا ہے۔ اور گو شاگرد بعض دفعہ سمجھتا ہے کہ مَیں استاد سے بھی زیادہ لائق ہوگیا ہوں مگر استاد جانتا ہے کہ شاگرد کی علمی قابلیت کس حد تک ہے۔ پس گو آپ لوگ اپنے آپ کو قرآن سننے سے مستغنی سمجھیں اور خیال کریں کہ آپ لوگوں کو بہت قرآن آتا ہے مگر میں آپ لوگوں کا استاد ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے ایک فیصدی بھی ابھی قرآن کو پوری طرح سے نہیں سمجھے۔ ننانوے فیصدی لوگ محتاج ہیں اس بات کے کہ وہ بار بار درس سنیں یہاں تک کہ موت سے پہلے ان پر ایسا وقت آجائے کہ وہ قرآن کا کچھ نہ کچھ فہم رکھتے ہوں۔ پس اگر آپ لوگ سمجھتے بھی ہوں کہ آپ عالم قرآن ہیں تو کم از کم آپ کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ آپ کے استاد کی رائے یہی ہے کہ آپ ابھی قرآن نہیں جانتے اور اس کی نصیحت آپ کو یہی ہے کہ چونکہ

آپ لوگوں کا بیشتر حصہ قرآن مجید کے معارف سے ناواقف ہے اس لئے آپ لوگوں کا فرض ہے کہ دوسروں سے قرآن سنیں- ہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو قرآن کو خوب سمجھتے ہیں اور وہ روحانی جماعت ہی کیا جس میں چند لوگ بھی ایسے نہ ہوں-

پس قادیان میں بیشک ایسا گروہ ہے جو قرآن کو سمجھتا ہے اور جو پچاس' ساٹھ' سَو نفوس پر مشتمل ہے لیکن اگر وہ بھی اس وجہ سے درس میں شامل نہیں ہوتے کہ درس دینے والا ان کی قابلیت کے برابر ہے یا ان سے علم میں کم ہے تو میرے نزدیک وہ متکبر ہیں اور تکبر کرنا کوئی اچھی بات نہیں- ہاں اگر اور دینی کاموں کی وجہ سے نہیں آتے تو معذور ہیں' گنہگار نہیں- لیکن ان میں سے بھی بعض لوگوں کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ وہ اوروں سے کہتے ہیں کہ درس میں ہوتا ہی کیا ہے لمبا سا درس ہوتا ہے- کوئی کام کی بات تو بیان نہیں کی جاتی- میں سمجھتا ہوں ایسے آدمی یقیناً اللہ تعالیٰ کا عرفان نہیں رکھتے- ممکن ہے انہوں نے طوطے کی طرح قرآن مجید کے بعض مضامین کو رٹ لیا ہو لیکن ان کی زبانیں اور ان کے دل علومِ قرآنی کے منکر ہیں- کیونکہ قرآن مجید سے محبت اور عشق رکھنے والا انسان ایک لحہ کیلئے بھی کسی کو قرآن سننے سے روک نہیں سکتا- میں نے تو دیکھا ہے کہ اسلامی علوم اتنے باریک اور اس قدر متنوّع ہیں کہ بعض دفعہ ایک بچے کے منہ سے بھی ایسی باتیں نکل جاتی ہیں جو حیرت کا موجب ہوتی ہیں- کُجا یہ کہ ایسے شخص کا درس سننا جس کی عمر قرآن مجید پڑھانے میں گزر گئی- میں نے خود مذہب کے متعلق بچوں سے بعض ایسی باتیں سنی ہیں کہ میں نے محسوس کیا ہے کہ اب تک میرے سامنے اس شکل میں وہ نہیں آئی تھیں- اور میں تو سمجھتا ہوں کہ مومن لکڑیوں سے بھی فائدہ اٹھالیتا ہے' دیواروں سے بھی فائدہ اٹھالیتا ہے' پتھروں سے بھی فائدہ اٹھالیتا ہے- اگر یہ چیزیں ہمیں نقصان پہنچاسکتی ہیں تو فائدہ کیوں نہیں پہنچاسکتیں- اگر ایک اینٹ سر پر گر کر کسی انسان کی جان لے سکتی ہے تو وہ فائدہ بھی دے سکتی ہے- جس چیز میں زہر ہے اس میں تریاق بھی ہے- اور قرآن مجید سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ زہر کم ہے اور تریاق زیادہ- پس مَیں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ کبر خودپسندی اور قرآن مجید سے تغافل کو چھوڑ کر درس سنا کریں ابھی یہیں دیکھ لو' جمعہ میں کتنے زیادہ آدمی موجود ہیں- گو میں سمجھتا ہوں کہ نمبردار اب بھی شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ ایسے ہیں جو پہلے رکوع یا پہلی رکعت میں شامل ہوتے ہیں یا جب جمعہ پڑھ کر لوگ واپس جارہے ہوں تو وہ آرہے ہوتے ہیں اور

راستہ میں ہی پوچھ لیتے ہیں۔ اچھا جمعہ ہوگیا۔ پھر میں نے دیکھا ہے بہت لوگ اپنے بچوں کو ساتھ لانے میں غفلت کرتے ہیں۔ میں نے آج ہی جمعہ کیلئے آتے ہوئے بہت سے بچوں کو اِدھر اُدھر دکانوں پر کھڑے دیکھا ہے حالانکہ اگر بچے بھی مسجد میں آجائیں تو اس سے دُگنی جگہ بھی کفایت نہیں کرسکتی۔ سکولوں کے ہیڈماسٹر اگر توجہ کریں تو چار پانچ سَو لڑکا ہی درس میں شامل ہوسکتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے میرے درس میں سات آٹھ سَو کے قریب آدمی جمع ہوجاتے تھے حالانکہ اس وقت سے ہماری قادیان کی جماعت کی تعداد دُگنی ہوچکی ہے۔ معمولی حالتوں میں تین ساڑھے تین سَو آدمی آیا کرتے تھے۔ اور آج تو سولہ یا سترہ سَو باقاعدگی کی حالت میں اور چھ سات سَو بغیر اطلاع کئے بھی جمع ہوجانے چاہئیں۔ قرآن کا درس تو ایسی چیز ہے جسے زیادہ وسیع کرنا چاہیئے۔ محلّوں کی مساجد میں درس ہونا چاہیئے تاکہ کمزور اور بیمار لوگ اپنی اپنی مساجد میں ہی درس سن لیا کریں۔

پس بجائے کم کرنے کے ہمیں درس کو زیادہ وسیع کرنا چاہیئے۔ ہماری جماعت کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر پڑھا کرتے ہیں بلکہ دشمن بھی پڑھ لیتے ہیں جو یہ ہے۔

جمال و حسنِ قرآں نورِ جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

جو شخص "نورِ جانِ ہر مسلماں" کو چھوڑتا ہے اس کے پاس باقی کیا رہا جب جان ہی نہ رہی تو بے جان کو تو لوگ دفن کردیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شعر میں قرآن مجید سے اپنے عشق کا اظہار کیا ہے آپ فرماتے ہیں ۔

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

یعنی لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا بچہ فلاں چاند میں پیدا ہوا۔ اب دوسال کا ہوگیا ہے اب چارسال کا ہوگیا فرمایا لوگوں کو تو اس بات کا فکر ہوتا ہے کہ ان کا بچہ کتنا بڑھا مگر ہمیں اس بات کا فکر رہتا ہے کہ قرآن کتنا بڑھا' اس کا علم لوگوں میں وسیع ہوا یا کم ہوگیا۔ پس یاد رکھو قرآن ہماری جان' ہماری غذا اور ہماری روحانی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ یہاں مختلف سکولوں کے طالب علم رہتے ہیں جن میں اگر پرائیویٹ طلباء بھی شامل کرلئے جائیں تو سات آٹھ سَو کے قریب ان کی تعداد ہوجاتی ہے کیونکہ سَو ڈیڑھ سَو پرائیویٹ طالب علم ہوتے ہیں۔ اگر سکولوں

کے اساتذہ بجائے رخنہ ڈالنے کے لڑکوں کو درس میں لے آیا کریں تو تعداد میں کافی وسعت ہوسکتی ہے۔ وہ کہنے کو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم رخنہ نہیں ڈالتے لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر انہوں نے رخنہ نہیں ڈالا تو کیا وجہ ہے کہ طالب علم درسوں میں شامل نہیں ہوتے۔ ہیڈماسٹروں کا طالب علموں پر اثر ہوتا ہے چاہے وہ بورڈر ہوں یا غیر بورڈر۔ بورڈروں کی تعداد ہی اگر لی جائے تو دوسَو کے قریب وہی طالب علم ہوں گے۔ اور اگر ہیڈماسٹر اور اساتذہ بورڈروں کے ساتھ ہی دوسرے طالب علموں پر بھی اثر ڈالیں تو چارپانچ سو طالب علم شامل ہوسکتے ہیں۔ اِسی طرح لنگر والوں کی رپورٹ ہوتی ہے کہ اڑہائی تین سو آدمی روزانہ کھانا کھاتے ہیں اگر لنگر والوں کے دل میں دین کی تڑپ ہوتی تو وہ ان لوگوں سے کہتے کہ یہ روٹی تو آپ لوگوں کو گھر میں بھی مل سکتی ہے جس روٹی کیلئے آپ یہاں آئے ہیں وہ عصر کے بعد مسجد میں تقسیم ہوتی ہے آپ لوگوں نے اگر یہ کھانا کھایا ہے تو اس اصل کھانے میں بھی شریک ہوں۔ بلکہ اب تو تعلیم و تربیت کیلئے مستقل مبلّغ اور مولوی صاحب مقرر کئے جاچکے ہیں۔ انہیں بھی یہ توفیق نہ ملی کہ وہ اپنے درس کے بعد لوگوں سے کہہ دیا کریں کہ ایک اور درس بھی ہوتا ہے آپ لوگ اس میں بھی شریک ہوا کریں۔ وہ سارے قادیان کی تربیت کیلئے مقرر کئے گئے ہیں۔ ان کا فرض تھا کہ وہ گھر گھر جاتے اور محلوں میں وعظ کرتے کہ دلوں سے قرآن کی محبت اُٹھ رہی ہے آپ لوگ چلیں اور درس میں شامل ہوں۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے بھی یہی کافی سمجھ لیا ہے کہ میرا جو درس ہوجاتا ہے پھراور کسی درس میں شامل ہونے کی کسی کو کیا ضرورت ہے۔ اس کی تو وہی مثال ہوئی جس پر ہم ہنسا کرتے ہیں کہ کوئی پنڈت علی الصبح نہانے کیلئے دریا کی طرف جارہا تھا۔ چونکہ سخت سردی تھی اس لئے وہ حیران تھا کہ کیونکر نہائے۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک اور پنڈت دریا کی طرف سے اشنان کرکے واپس آرہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کس طرح اشنان کیا' سردی بڑی سخت ہے۔ وہ کہنے لگا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ پانی میں نہیں کُودا جاتا تھا' آخر میں نے ایک کنکر اٹھاکر دریا میں پھینک دیا اور کہا "تورا اشنان سو مورا اشنان" یعنی جا کنکر تیرا نہانا میرا نہانا ہوگیا۔ دوسرے نے کہا پھر یہ تو بڑی آسان بات ہے۔ اس نے وہیں اس کو مخاطب کرکے کہہ دیا۔ "تورا اشنان سو مورا اشنان" اور گھر واپس آگیا۔ یہ طرزِ عمل کتنا دردناک ہے کہ ہر شخص سمجھ لے میرا جو درس ہوگیا اب کسی اور کے درس کی کیا ضرورت ہے۔ مجھ سے بڑھ کر اور کون سا سمجھ دار

ہو سکتا ہے۔ یہ نہایت ہی افسوسناک طریق ہے اس سے آہستہ آہستہ قلب پر زنگ لگ جاتا ہے اور بہت سے گناہ سرزد ہونے لگتے ہیں کیونکہ خدا کے کلام کی بے حرمتی معمولی چیز نہیں۔ میں سمجھتا ہوں قرآن مجید کے سمجھنے اور سننے کی طرف اگر بڑے لوگ توجہ کرتے تو ان کے بچوں میں کئی قسم کے عیب پیدا نہ ہوتے۔ کئی فتنے' کئی بدیاں' کئی برائیاں اور بے حیائیاں ایسی ہیں جن سے وہ بچ سکتے تھے اگر وہ قرآن سننے آتے اور بچوں کو بھی ہمراہ لاتے۔ کیونکہ قرآن سنا ہوا ضائع نہیں جاتا بلکہ اپنا اثر دکھاتا ہے۔ مجھے یاد ہے جب میں درس دیا کرتا تھا تو دو ہندو بازار سے باقاعدہ آکر شامل ہوا کرتے تھے۔ افسوس ہے ہندوؤں میں بھی اتنی نیکی ہو کہ وہ قرآن سننے کیلئے آجائیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت کے لوگوں میں درد پیدا نہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں شاید میری بیماری کا لمبا ہونا بھی تمہاری سزا کیلئے ہو کیونکہ تم قرآن ایک آدمی کیلئے سنتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے کہا اچھا جب تم آدمی کیلئے قرآن سنتے ہو تو ہم اس آدمی کو توفیق ہی نہیں دیتے کہ وہ تمہیں قرآن سنا سکے۔ قرآن کسی انسان کی خاطر نہیں سننا چاہیئے بلکہ قرآن قرآن کی خاطر سننا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر قرآن جاننے والا اور کون ہوگا۔ مگر کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ہم نے قرآن کا پڑھنا چھوڑ دیا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو قرآن سے کتنی محبت تھی۔ مگر کیا ان کی وفات کے بعد ہم نے قرآن کا پڑھنا چھوڑ دیا۔ اس وقت بھی قرآن دنیا کی ہدایت کا ذریعہ تھا' اب بھی ہے۔ اور جب پھر دنیا میں شرارت پھیل جائے گی' ظلمت غالب آجائے گی اور ایک نئے موعود کی ضرورت ہوگی اس وقت بھی قرآن ہی لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہوگا۔ آدمی مٹ جائیں گے' مرجائیں گے' فنا ہو جائیں گے' بُھلا دیئے جائیں گے مگر ایک کتاب ہے جو زندہ رہے گی جو نہیں بھلائی جائے گی اور وہ قرآن ہے اس سے محبت کرو تا دین سے تمہیں محبت ہو اور اللہ تعالیٰ کا نور حاصل کرسکو۔

اللہ تعالیٰ کے عرفان کا ایک چھینٹا جب کسی وقت پڑجاتا ہے تو آدمی کی زندگی سنور جاتی ہے۔ عرفان بھادوں کی بارش کی طرح برستا ہے' کسی پر پڑتا ہے اور کوئی محروم رہ جاتا ہے۔ جس پر وہ چھینٹا پڑجاتا ہے وہ عارف بن جاتا ہے۔ اس لئے جو لوگ اس چھینٹے سے حصہ لینے کیلئے باہر نکلتے رہتے ہیں کبھی نہ کبھی ان پر چھینٹا پڑ جاتا ہے۔ لیکن وہ جو اندر بیٹھے رہیں وہ اس نور سے اس عرفان کے چھینٹے سے محروم رہتے ہیں۔ پس آدمیوں پر نظر ڈالنا چھوڑ دو اور نہ صرف خود

قرآن پڑھو اور سنو بلکہ دوسروں کو بھی سناؤ اور پڑھاؤ- اگر مجھے یہی نظر آجاتا کہ قادیان کے گھر گھر میں درس ہوتا ہے تو گو میں پھر بھی مسجد اقصیٰ کے درس میں شامل نہ ہونے کو جائز نہ سمجھتا مگر میں سمجھتا کہ قرآن پڑھنے میں کمی نہیں آئی- لیکن اب نہ تو گھروں میں درس ہوتے ہیں اور نہ اپنے طور پر پڑھا جاتا ہے' نہ ہی اس میں شامل ہونے کی کوشش کی جاتی ہے- حالانکہ خود قرآن پڑھ کر اتنا عرفان حاصل نہیں ہوتا جتنا سن کر یا دوسرے کو پڑھا کر حاصل ہوتا ہے-

پس اس غفلت سے توبہ کرو اور آئندہ کیلئے قرآن کے درس میں شامل ہو کر اسے وسیع کردو تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ تم میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو قرآن سننے والے' پڑھنے والے' پڑھانے والے اور قرآن مجید سے برکات اور فیوض حاصل کرنے والے ہوں کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو انسانی روح کو ہمیشہ زندہ رکھتی ہے-

(الفضل ۱۴- ستمبر ۱۹۳۳ء)

۱؎ بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب من دخل لیؤم الناس فجاء الامام الاول فتأخر الاول اولم یتأخر جازت صلوٰتہ

۲؎ ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین